یہ مولوی

از مولانا عبد الحق صاحب ودیارتھی[1]

وہ دن مجھے ابھی تک یاد ہیں جب امرتسر مختلف مذاہب کی باہمی بحثوں اور مناظروں کا ایک اکھاڑہ بنا ہوا تھا۔ علماء اسلام کی باہمی تفرقہ اندازی، تنگ نظری اور علوم جدیدہ سے ناواقفیت بلکہ نفرت اور دشمنی نے دین اسلام کو غیر مذاہب ہی نہیں خود تعلیم یافتہ مسلمان نوجوانوں کی نگاہ میں حقیر اور ذلیل بنا کر رکھا تھا۔ ان دنوں بحث کیا ہوتی تھی اللہ تعالیٰ عرش پر بیٹھا ہے، کوئی حرج کی بات نہیں اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کا بادشاہ ہے، بادشاہ تخت پر ہی بیٹھا کرتے ہیں۔ کوئی عقلمند بادشاہ کے تخت پر بیٹھنے کا یہ مفہوم نہیں سمجھتا کہ وہ ہر وقت تخت پر بیٹھا ہی رہتا ہے اٹھتا بھی ہے چلتا پھرتا بھی ہے، نیچے بھی آتا ہے اوپر بھی چڑھتا ہے۔ ان دنوں یہ بھی کہا اور سُنا جاتا تھا کہ کنگ ایڈورڈ (King Edward) ہندوستان کے تخت پر بیٹھا ہے حالانکہ ہندوستان میں نہ کوئی تخت تھا اور نہ ایڈورڈ یہاں آیا اور نہ اس پر کبھی بیٹھا۔ اس کا مفہوم صرف اس قدر تھا کہ ہندوستان پر شاہ ایڈورڈ کی حکومت ہے عرب کہتا ہے ثل اللہ عرشھم: "اللہ تعالیٰ نے ان کی حکومت کو مٹا دیا"۔ اور ثُلَّ اللہ عرشھم: "ان کی عزت جاتی رہی"۔ دوسری جگہ قرآن مجید میں ہے کان عرشہٗ علی الماءِ: "ایک وقت اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا"۔ یعنی اس کی قدرت سے زندگی کی ابتداء پانی سے ہوئی۔ ان سب باتوں کے باوجود ہمارے علماء کو یہ ضد تھی کہ

[1] 'روحِ اسلام'، مارچ–اپریل 1955، صفحہ 120–116۔

اللہ تعالیٰ کا عرش صرف قدرت اور حکومت کے اظہار کے لئے نہیں بلکہ وہ فی الواقعی ایسے تخت پر بیٹھا ہے جسے چار فرشتوں نے اٹھایا ہوا ہے (اگر خدا نخواستہ فرشتے نیچے سے سرک جائیں تو اللہ تعالیٰ معہ اپنے عرش کے فرش پر لڑھک جائیں)۔ مگر غضب تو یہ ہوا کہ مولوی ثناء اللہ امرتسری نے اہل حدیث کہلا کر اللہ تعالیٰ کے عرش پر بیٹھے ہونے سے انکار کر دیا۔ اس پر علماء اہل حدیث جن میں ان کے روحانی باپ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی، ان کے استاد مولوی احمد اللہ صاحب، مولوی عبدالرحمٰن صاحب اور غزنویہ خاندان کے علماء اہل حدیث سب شامل تھے۔ انہوں نے متفقہ طور پر مولوی ثناء اللہ پر کفر کا فتویٰ لگایا کہ ثناء اللہ اہل حدیث تو کجا اسلام سے ہی خارج ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا عرش نہیں مانتا جیسا کہ حدیث میں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر درست بیٹھا ہے اور عرش میں سے اللہ تعالیٰ کے بے اندازہ بوجھ کی وجہ سے ایسے چُر، چُر، چُر کی آواز نکلتی ہے جیسے گدھے پر نیا پالان کسا ہوا اور اس پر بوجھ لادا جائے تو پالان میں سے چُرچوں، چُرچوں کی آوازیں برآمد ہوتی ہوں۔

مولوی ثناء اللہ صاحب پر جب ان کے اپنے ہی روحانی اور جسمانی استادوں اور ہم مشرب علماء اہل حدیث نے چالیس وجوہات کفر کا فتویٰ لگا دیا اور اربعین شائع کر دی تو مولوی ثناء اللہ نے اپنی بریت کے لئے امرتسر میں اہل حدیث کی کانفرنس بلائی، یا یوں سمجھئے کہ بلانے کے پوسٹر شائع کر دیے تو اس کے جواب میں جید علماء مسجد غزنویہ کے قریب جمع ہوئے اور مولوی ثناء اللہ کے خلاف دھواں دھار تقاریر کیں۔ اول تو اس کانفرنس کی بدعتِ سیسہ قرار دیا گیا۔ اہل حدیث کیساتھ لفظ کانفرنس کا جوڑ حبشی کا نام

کافور رکھ دینے سے کم نہ تھا۔ نجدی پر فرنگی خطاب ظلم عظیم تھا۔ بہرحال ان فضلاء دین اسلام اور حاملین شرع متین نے ثناء اللہ کا خارج از اسلام ہونا ثابت کیا۔ مولوی ثناء اللہ کے مخبر بھی وہاں موجود تھے۔ انہوں نے مولوی صاحب سے ان سرخ فتوؤں کا ذکر کیا۔ علماء کا جلسہ ابھی ہو ہی رہا تھا کہ وہ بھی پہنچ گئے۔ اور انہوں نے پکار کر کہا میں سب الزامات کا جو مجھ پر لگائے گئے ہیں جواب دینا نہیں چاہتا۔ ایک خط سنانا چاہتا ہوں جو آج سے صرف دو ہفتہ پہلے مولانا محمد حسین صاحب نے مجھے لکھا ہے، اس خط میں مولوی صاحب نے لکھا تھا کہ میں آپ کو اہل حدیث سمجھتا ہوں۔ جلسہ میں تو مولوی محمد حسین صدر اہل حدیث اور دوسرے علماء اہل حدیث کا یہ کہنا کہ ثناء اللہ اہل حدیث تو کجا، خارج از اسلام ہے، اس کا کفر یہود و نصاریٰ کے کفر سے زیادہ سخت ہے اور کہاں یہ کہ دو ہفتہ پہلے ان کو سند دے دی تھی کہ میں آپ کو اہل حدیث سمجھتا ہوں۔ اس خط کے انکشاف کے بعد جلسہ میں گڑبڑ ہو گئی۔

میرا طالب علمی کا زمانہ تھا اور میں نے ابھی احمدیت کی بیعت نہ کی تھی۔ علماء کرام کے اندرونی اور بیرونی تضاد کا تماشا میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ جلسہ کے بعد لوگ مختلف ٹولیوں میں کھڑے رائے زنی کر رہے تھے کہ اتنے میں مولوی محمد حسین صاحب ہاتھوں میں لوٹا تھامے جائے ضرور سے نیچے اترے۔ اور کسی کا چُبھتا ہوا فقرہ انہوں نے بھی سن لیا کہ "ان مولویوں کا کیا اعتبار ہے"، تقریر تو یہ ثناء اللہ اہل حدیث تو کجا، خارج از اسلام ہے اور خط میں لکھتے ہیں کہ میں آپ کو اہل حدیث سمجھتا ہوں۔ مولوی محمد حسین صاحب نے یہ خیال کر کے کہ یہ ریمارک میں نے پاس کیا ہے مجھے مخاطب کر لیا اور فرمایا تمہیں کیا معلوم اہل حدیث کتنی قسم کے ہوتے ہیں؟ مولانا کا یہ سوال ابھی میرے دل میں اپنی جگہ ڈھونڈھ

ہی رہا تھا کہ اتنے میں انہوں نے خود ہی ارشاد کیا: بدعتی اہل حدیث، عملی اہل حدیث، اعتقادی اہل حدیث، حنفی اہل حدیث، نجدی اہل حدیث وغیرہ وغیرہ ،اس کے ساتھ ہی آپ نے اپنا دوسرا سوال داغ دیا کہ اب آپ یہ بتائیں کہ میں نے خط میں یہ کہاں لکھا ہے کہ میں ثناء اللہ کو ہر طرح اہل حدیث سمجھتا ہوں۔میں نے مولانا کی فی البدیہہ مگر پھُس پھُسی تاویل پر مسکرا کر منہ دوسری طرف پھیر لیا۔

کئی برس گذرے دہلی لال کنواں مشنری ہال میں پادری احمد مسیح کا علماء اسلام سے مناظرہ تھا۔ مضمون تھا "فضیلتِ مسیح از روئے قرآن"۔ پادری صاحب نے کم وبیش 17 کے قریب مسیح کے فضائل قرآن مجید سے بیان کئے جو سوائے مسیح کے اور کسی نبی بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی نہیں پائے جاتے۔ مضمون ختم کرنے کے بعد پادری صاحب نے علماء اسلام کو چیلنج کیا مگر جواب کے لئے یہ شرط لگادی کہ دیکھو بھئی میرے دعوے کے جواب میں قادیانی مشین کے گھڑے ہوئے پُرزے نہ پیش کرنا۔ سنتے ہی مولوی صاحبان میں سرگوشیاں چلیں اور آپس کے صلاح اور مشورے سے ایک صاحب جواب دینے کھڑے ہوئے۔ ان کے بعد ایک اور مولوی صاحب اٹھے، دونوں نے اعتراضات کے جواب دیئے۔پادری صاحب جواب الجواب دینے کے لئے کھڑے ہوئے، توانہوں نے کہادیکھو بھئی میں نے تمہیں پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ میرے جواب میں قادیانی مشین کے گھڑے ہوئے پُرزے پیش نہ کرنا، مسیح کا زندہ اور قیوم ہونا، عالم الغیب ہونا، بے باپ ہونا، محی الموتیٰ ہونا، اس کے قدموں پر قیامت ہونا، زندہ آسمان پر چڑھنااور زندہ سب کے سامنے آسمان سے اتر آنا، اس کی پیدائش پر محیر العقول معجزات کا ظہور، پیدائشی

اندھوں کو بینا کرنا، ہزاروں برس تک تغیرات جسمانی سے پاک اس کا" الآن کما کان" رہنا، وغیرہ وغیرہ ایسے صفات ہیں جو مسیح کو بالاتر از انسان ثابت کرتے ہیں۔ کسی دوسرے نبی میں یہ صفات موجود نہیں۔ مگر میرے جواب میں جو کچھ کہا گیا وہ قادیانی مشین کے گھڑے ہوئے خیالات ہیں جو قابل توجہ نہیں۔ اس پر انہی مولوی صاحب نے اصرار کیا کہ یہ جوابات مرزاءِ قادیانی کے نہیں بلکہ ہمارے پہلے علماء نے بھی یہی جوابات دیئے ہیں۔ اس پر پادری صاحب مسکراتے ہوئے اٹھے اور کہا واہ واہ، ان سوالات کے یہ جواب دینے والے تو آپ کے پہلے بزرگ تھے، مگر انہی خیالات اور عقائد کی وجہ سے علماءِ اسلام نے مرزا صاحب پر کُفر کا فتویٰ دیا۔

احمدیت کے اِن جملہ عیوب کو جو ان کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں ایک طرف رکھ کر اُس زمانہ کے حالت کا اگر جائزہ لیا جائے جب آریوں میں پنڈت دیانند، منشی لیکھرام، منشی اندرمن، سوامی یوگیندر پال اور دھرمپال، عیسائیوں میں فتح مسیح، اکبر مسیح، وغیرہ وغیرہ اسلام، پیغمبر اسلام اور قرآن مجید پر حملہ آور تھے، سینکڑوں اور ہزاروں مسلمان شدھ ہورہے تھے اور ہزارہا کی تعداد میں عیسائیت قبول کررہے تھے، اور ہزاروں مسلمان نوجوان مسلمان کہلاتے ہوئے اسلام سے بیزار ہورہے تھے کیونکہ علماء اسلام اپنی نکمی بحثوں اور تکفیر باہمی کے شغل میں مشغول تھے۔ مرزا غلام احمد اوراحمدیت کا یہ احسان ناقابل فراموش احسان ہے کہ ان کے علمِ کلام نے ایسے نازک وقت میں دشمنان اسلام کا مقابلہ کرکے مسلمانوں کے احساس کمتری کو دور کیا، اسلام کی برتری کا یقین پیدا کیا

اور قرآن مجید کی آیت استخلاف کی زندہ تفسیر اوراس کی صداقت کوازسرنو دنیا کے سامنے پیش کر دیا۔

وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسۡتَخۡلِفَنَّہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ کَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ ۪ وَ لَیُمَکِّنَنَّ لَہُمۡ دِیۡنَہُمُ الَّذِی ارۡتَضٰی لَہُمۡ وَ لَیُبَدِّلَنَّہُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ خَوۡفِہِمۡ اَمۡنًا

”اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائے اوراچھے عمل کرتے ہیں وعدہ کیاہے کہ وہ انہیں زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا انہیں خلیفہ بنایا جو اُن سے پہلے تھے اور وہ ان کے لئے ان کے دین کو جو اس نے ان کے لئے پسند کیا۔ مضبوطی سے قائم کر دے گا اوروہ ان کے لئے ان کے خوف کے بعد بدل کر امن پیدا کر دے گا۔“ (24:55)

یہ ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ اگر آج عیسائی اورآریہ مسلمانوں کو چیلنج کریں تو یہ مولوی پھر اپنے اپنے بلوں میں دوبارہ جاگھسیں گے اور اسلام کی وکالت کے لئے دوبارہ پھر احمدی مبلغین کو ہی گذشتہ کی طرح دشمنانِ اسلام کے سامنے پیش کریں گے۔ سوال صرف یہ ہے کہ کیاہمارے مولویوں کااسلام صرف بسم اللہ کے گنبد میں ہی رکھنے کے قابل ہے یا آریوں عیسائیوں اور غیر مذاہب کے سامنے پیش کرنے کے قابل بھی ہے؟